خدمت خلق، فلاح و نجات کا وسیلہ

(اسلامی نقطہ نظر سے ایک تجزیاتی مطالعہ)

SERVING HUMANITY: A SOURCE OF WELLBEING & SALVATION
(AN ANALYTICAL STUDY IN THE CONTEXT OF ISLAMIC PERSPECTIVES)

Muhammad Akram Hureri
Shazia Rasheed Abbasi

Abstract
To devote yourself for the fulfillment of the requirements of the needy, deprived, distressed, and powerless is called "serving humanity". It brings comfort and tranquility in the lives of humans. Islam encourages serving the humanity selflessly. In fact, helping people irrespective of their color, creed, religion, caste, race, and all other differences makes a man the best of his kind. According to the Prophet the best of the people is the one who benefits others. This paper investigates the role of social service in bringing about the contentment of souls and tranquility of hearts. It examines the issue from the viewpoint of Quranic verses and Prophetic traditions and how it helps to achieve success and divine blessings both in this world and the hereafter.

Keywords: *Social welfare, Islamic teachings, humanity, blissful life.*

خلاصہ

اپنے آپ کو ضرورت مند، پریشان حال، بے سہارا لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وقف کر دینے کا نام "خدمت خلق" ہے۔ خدمت خلق انسان کی زندگی میں فلاح و نجات لاتی ہے۔ اسلام، انسانیت کی بے لوث خدمت کی ترغیب دیتا ہے۔ دراصل، لوگوں کے رنگ و نسل، ملت و مذہب اور زبان و کلچر سے ماوراء ہو کر ان کی خدمت کرنا ایک شخص کو سب سے برتر انسان بنا دیتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کے کام آتا ہے۔"

کلیدی کلمات: خدمت، خلق، سماجی فلاح و بہبود، اسلامی تعلیمات، انسانیت۔

تعارف

انسانیت کی خدمت اتنا عظیم عمل ہے کہ اس سے بڑھ کر شاید کوئی ثواب اور تسکین دہ عمل ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے خدمت انسانیت کی بہت نصیحت فرمائی اور آپ ﷺ کے ارشادات اس کے متعلق کثرت سے کتب احادیث میں موجود ہیں۔ خدمت خلق کا مطلب ہے کہ بندوں کی ضروریات پوری کرنا اور ان کے کام آنا اور خدمت پر مامور ہونا۔ اللہ تعالی اپنے ان بندوں سے بہت خوش ہوتا ہے جو اس کے بندوں کا خیال رکھتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "خیرُ النّاسِ مَن نَفَعَ النّاسَ"[1] یعنی: "لوگوں میں بہترین وہ ہے جو دوسروں کے کام آئے۔" اس طرح لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات کرنا اور ان کے بارے میں مثبت سوچ رکھنا، انسان کے عزت وو قار کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ ذہنی تسکین کا باعث اور سنت پہ عمل ہے۔ کیونکہ جب دوسروں کے ساتھ خوش کلامی سے بات کی جائے گی تو وہ بھی جوابا اچھے انداز میں بات چیت کریں گے جس سے ماحول ساز گار ہو گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ: وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً۔ (83:2) ترجمہ: "لوگو سے اچھے طریقے سے گفتگو کرو۔" دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو دوسرے انسان کا چند امور میں محتاج بنا دیا گیا ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کی اکٹھے رہتے ہوئے خوبیوں سے آگاہ ہونا اور اسی طرح اس کے لیے کسی چیز کے حصول کے لیے، فائدے کے لیے سفارش کرے کہ یہ حقدار ہے یا یہ اس چیز کا حق دار ہے، تو اللہ تعالی اس اچھائی اور بھلائی میں اپنے بھائی کے لئے مثبت سوچ کے حامل فاعل کے لیے بھی حصہ رکھ دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (85:4) ترجمہ: "جو کسی کے لیے اچھائی کی سفارش کرے، اللہ اس شخص کے لیے بھی اچھائی سے حصہ بنا دیتے ہیں اور جو کوئی برے کام میں شفارش کرے گا وہ اسے کافی ہو جائے گی۔"

رسول اکرم ﷺ کا عمل یہ ہوتا تھا کہ: "آپ ہمیشہ دوسروں کے کام آتے تھے۔ بلکہ آپ کی صفات میں ہے کہ آپ ضرورت مندوں اور بے کسوں کا سہارا ہوا کرتے تھے۔ خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ جیسے کہ بڑھیا کے گھر میں جھاڑو دینا اور ان کے لیے ضروری سامان مہیا کرنا، سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، حضرت خبابؓ جنگی مہم پر گئے تو گھر میں کوئی مددگار نہ تھا اور عورتیں دودھ دوہنے والے جانوروں کو دوہنا نہیں جانتی تھی۔ آپ ﷺ روزانہ خبابؓ کے گھر جا کر جانوروں کا دودھ دوہتے۔"[2] رسول معظم ﷺ مصیبت زدہ لوگوں کی ہمدردی کرتے بلکہ امت کو بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر شامل ہونے کا درس دیا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ

الْقِیَامَۃ"[3] یعنی: "جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی اللہ تعالی اس کی اخروی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کریں گے۔"

رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کی رو سے ایک انسان کتنے بڑے فائدے میں ہے کہ اسے اپنے دینی بھائی کے دنیا کے دکھ دور کرنے' ان کے ساتھ ہمدردی رکھنے اور اس کے متعلق مثبت سوچ اپنانے کے بدلے آخرت میں پر سکون گھڑیاں ملیں۔ پھر دنیا میں بھی ایسے لوگوں کے لیے بھلائیوں کا خزانہ ہے۔ ضرب المثل مشہور ہے کہ: "کر بھلا ہو بھلا" (دوسروں کا بھلا کروگے تو اپنا بھلا ہوگا)۔ یعنی دوسروں کو سکون پہنچاؤگے تو آپ کو خود بھی سکون و آرام میسر ہوگا۔ دوسروں کے بارے میں اچھی اور مثبت سوچ رکھوگے تو وہ بھی آپ کے بارے میں مثبت احساسات اپنائیں گے۔ جس سے ماحول اور فضا سازگار ہوگی اور افراد حالت اطمینان محسوس کریں گے۔۔ اسی طرح دوسروں کے راز چھپانا بھی معاشرے اور انسانیت کی بڑی نیکی ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: "وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[4] یعنی: "جو کسی کے راز چھپائے گا، اللہ تعالی اس کے رازوں پر قیامت کے دن پردہ ڈالیں گے۔"

رسول اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان بھی ہے جو بندہ مومن کے لیے بہت اطمینان بخش اہمیت کا حامل ہے کہ بندہ خدمت خلق میں دل جمعی سے لگا رہتا ہے۔ فرمایا: "مِن اَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُسْلِمِ"[5] یعنی: "اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے جو کسی کے گھر خوشی پہنچائے۔"

مسلمان کے حقوق

ایک مسلم کے دسرے مسلمان پر صرف مذہب اور عقیدے کے لحاظ سے جو حقوق ہیں وہ بھی رسول معظم نے ارشاد فرمادئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھے حقوق ہیں: سلام کرنا، دعوت قبول کرنا، اچھا مشورہ دینا، چھینک کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ ادا کرنا۔" اب دیکھیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو سلام کرے اور دوسرا اس کو سلام کرے تو کتنا اچھا ماحول بنتا ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں مل رہی ہیں۔ باہمی تعلقات مضبوط کرنے کے لیے فرمایا کہ دعوت قبول کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل نے بڑوں بڑوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہجرت کرکے گئے تو فرمایا: "ایھا الناس، افشوا السلام وصلوا الرحام و اطعموا الطعام وصلوا باالیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام"[6] یعنی: "اے لوگو! سلام کو کثرت سے عام کرو، رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آؤ، ایک دوسروں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو نمازیں ادا کرو جب لوگ سو رہے ہوں، تو جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤگے۔" اس حدیث مبارکہ

میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے تین کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اور ایک کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے توراۃ کے حافظ تھے۔ جب یہ باتیں سنیں تو اسلام قبول کر لیا کہ انہیں ذہنی سکون و اطمینان مل گیا کہ یہی فطری دین ہے۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث باہمی تعلقات مضبوط تر بنانے کے لئے ہیں اور جب باہمی تعلقات مضبوط اور ان میں ہمدردی ہو گی تو خود باخود انسان ذہنی طور مطمئن اور خوش ہوگا۔

خیر خواہی کرنا

ایک فرد کا دوسر فرد کی بھلائی چاہتے ہوئے کام آنا خیر خواہی ہے۔اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ جس کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے لگایا جا سکتا ہے کہ: "الدّیْنُ النّصِیحه"[7] یعنی: "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" مسلمان کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک حق یہ تھا کہ اگر تم سے کوئی مشورہ طلب کرے تو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دیا جائے کہ اسے زیادہ سے زیادہ مادی فوائد مل سکیں اور اس مشورے پر عمل کرنے سے اسے ذہنی اطمینان اور سکون بھی مل سکے۔ خدمت خلق دراصل تمام تر خیر خواہی کا دوسرا نام ہے۔ جس کی مثال مہاجرین کی یثرب آمد پر اہل مدینہ کے انصار نے دی کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے نہ صرف انہیں اپنا بھائی بھائی بنا لیا بلکہ انہیں اپنی جائیدادوں میں بھی برابر کا حصہ دار بنا لیا۔ جس سے مدینہ کی فضا ایسی خوش گوار ہو گئی کہ دور دور تک کا علاقہ امن و آشتی اور پُر سکون ماحول سے معطر ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اَلمومِنُ مِرَاۃُ المومِنْ"[8] یعنی: "مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہے۔" اور مومن کو دوسرے مومن کے لئے آئینہ سے اس لئے تشبیہ دی کہ جس طرح آئینہ کسی کی خوبیوں خامیوں کو صرف اس آدمی کے سامنے ظاہر کرتا ہے جو اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور خوامخواہ اِدھر اُدھر پر چار کر کے اس کی ذلّت کا اہتمام نہیں کرتا اس طرح مومن کا اپنے بھائی کے لئے کردار ہونا چاہیے۔ جب ایسی مثبت سوچ ہو گی تو نا صرف افراد بلکہ معاشروں کے معاشرے سکون دہ کیفیت میں آ سکتے ہیں۔ فرمان باری تعالی ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (10:49) ترجمہ: "بلا شبہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" اس بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا ایک فائدہ نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا کہ: "منْ دلَّ علیٰ خیرٍ فَهُوَ كَفَاعِلِه"[9] ترجمہ: "جس نے بھی اپنے مومن بھائی کے ساتھ کچھ بھلائی اور خیر خواہی کی اللہ تعالی اسے بھی اتنا اجر عطا کریں گے۔"

نقوش رسول نمبر میں ہے: "حضور ﷺ کی محنت اصلاح معاشرہ اور خدمت خلق کے سلسلہ میں ہمارے سامنے ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ زمام حیات رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر گزاریں اور اطمینان بخش زندگی کو فروغ دیں۔یہ آپ ﷺ کی محنت تھی کہ معاشرے کے افراد کو عزت و شوکت عطا کی اور اس کی تہذیب و تمدن کو بالاترین مدارج پر جاگزیں کر دیا۔"[10] آپ ﷺ نے فرمایا: "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا"[11] یعنی: "انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگوں کے لئے سہولت فراہم کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو۔لوگوں کو اچھے کاموں کی بشارت دو اور ان کو وحشت زدہ نہ کرو (باہمی اتفاق سے رہو اور اختلاف پیدا نہ کرو۔"

جب ان تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل ہو گا تو معاشرے میں امن کا بول بالا ہو گا۔جس میں ہر بندہ دوسرے کی خیر خواہی چاہے گا' ضروریات کا خیال رکھے گا' ان کو خوش دیکھے گا اور دوسروں کے بارے میں مثبت سوچ اپنائے گا تو نہ صرف وہ افراد خوش ہوں گے بلکہ ایسے لوگ دوسرے افراد اور معاشروں کے لئے بھی امن وسکوں اور تسکین ذہن کا باعث ہوں گے۔سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرتے ہوئے دوسروں کے کام آئیں اور زندگی بسر کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام میں غیبی امداد سے سکون، اطمینان، 'فرحت و شادمانی اور سکینت نازل فرماتے ہیں۔

مہمان اور مسافر

مسافر کے لئے قرآن نے ابن السبیل۔النساء (36:4) کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔یعنی راستے کا بیٹا۔اللہ نے مصارف زکٰوۃ میں سے ایک حصہ مسافر کے لئے بھی رکھا۔یہی وجہ ہے کہ مصارف زکٰوۃ جو آٹھ بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک یہ مسافر ہے۔ (60:9) رسول معظم ﷺ کے زمانے میں عرب شہر اور بستیاں ایک دوسرے سے بہت ہی دور ہوا کرتی تھیں اور آج کی طرح ہوٹلوں کا انتظام نہیں تھا۔لوگوں کا سفر کرنے کا انداز گروہ اور جماعتوں کی صورت میں ہوا کرتا تھا۔اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں پر سفر کرتے تھے اور زاد راہ ہمراہ ہوتا تھا۔جنگلوں اور بیابانوں سے گزرتے ہوئے راستہ بھولنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے تھے۔اس صورت میں زاد راہ ختم ہو جاتا تھا۔کیونکہ راستہ بھول جانے یا مسافت کا اندازہ غلط ہونے کی وجہ سے آٹھ دس دن کی بجائے بیس سے پچیس دنوں میں بھی منزل تک پہنچنے میں لگ جایا کرتے تھے۔ایسے سفر کے بارے میں ہمارے لئے کیا احکامات ہیں۔

اس سلسلہ میں فہم القرآن والے نے حضور ﷺ کی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے: "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُونَا فَمَا تَرَى فِيهِ فَقَالَ لَنَا إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ"[12] یعنی: "حضرت عقبہ بن عامرؓ نے رسول اللہ

ﷺ سے سوال کیا، کہ آپ ہمیں کسی مہم پر روانہ کرتے ہیں اگر ہم ایسے لوگوں کے پاس سے گزریں جو ہماری مہمان نوازی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اس صورت میں آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ تمہارا خیال رکھیں تو اچھی بات ہے بصورت دیگر تمہیں ان سے اپنی مہمان نوازی کا حق وصول کرنا چاہئے۔" مراد یہ ہے کہ بھوکا مرنے کی بجائے ان سے کھانا پینا مانگا جا سکتا ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے اس حدیث سے مسافر سے مراد مہمان لیا ہے یعنی جو مہمان کے حقوق ہیں وہی مسافر کے حقوق ہونگے ان کی خدمت اعانت کرنے سے قلبی سکون ملتا ہے۔ جس کے بارے میں بے شمار پیغمبر مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات ہیں۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ابن السبیل سے مراد مسافر اور مہمان لیا ہے۔[13]

آنحضرت ﷺ نے پڑوسی / مہمان (مسافر) کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کی شرائط میں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"[14] یعنی: "جو اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہئے اور جو اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے اور جو اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ زبان سے کلمہ خیر نکالے یا خاموش رہے۔" حضرت ابو شریح کعبیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ"[15] یعنی: "جس کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہو اس کو اپنے مہمان کی شبانہ روز ضیافت کرنی چاہئے اور مہمانی کا حق تین دن تک ہے اس کے بعد خیرات ہے۔ مہمان کے لئے جائز نہیں کہ میزبان کو تنگ کرنے کے لئے اس کے پاس پڑا ہی رہے۔" اب میزبان کے لئے قابل تسکین بات یہ ٹھہری کہ وہ مہمان پر جو بھی خرچ کرے گا اس کے لئے صدقہ شمار ہوگا اللہ اور آخرت پر ایمانی شرط بھی پوری ہوگی۔ مسافروں سے بہتر سلوک کرنے سے متعلقہ چند احادیث مزید پیش خدمت ہیں:

ا۔ حضرت ابو سعید خزریؓ کہتے ہیں: "بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ قَالَ فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ"[16] یعنی: "ہم ایک سفر میں جا رہے تھے، اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا "جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے، جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد

کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں، غرضیکہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔"

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو جو سفر پر روانہ ہو رہا تھا کہا کہ: میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایسے ہی رخصت کروں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا: "أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ"[17] یعنی: "میں تمہیں تمہارا دین، تمہاری امانت اور آپ کے آخری عمل (جو تو نے میرے پاس کیا) کے ساتھ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ"[18] یعنی: "تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا ایک وہ جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو بھی پانی نہ دے۔" اس روایت کی رو سے پانی جیسی نعمت مسافر کو نہ دینا گناہ کبیرہ قرار دیا ہے بلکہ فقہاء کے حوالے سے ایک مفسر نے لکھا ہے : "جس فعل کے متعلق قرآن یا حدیث میں یہ مذکور ہو کہ اللہ قیامت کے دن اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں یا پاک نہیں کرے گا تو ایسا فعل گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔"[19]

زمانہ قدیم، عرب اور اس کے قرب و جوار میں بعثت نبوی ﷺ سے قبل اور بعد میں بھی اکثر یا کچھ علاقوں میں پانی کی بہت کمی ہوا کرتی تھی مسافروں کے لشکر عموماً وہاں قیام کیا کرتے تھے جہاں پانی ہوتا تھا اور عموماً قافلے والے پرندوں کی اڑان سے بھی اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اس علاقے میں پانی موجود ہے جو پرندے اڑ رہے ہیں تو پانی کی قلّت کی موجودگی میں بستی اور شہر والوں کا مسافروں کی مہمانی سے انکار دراصل انہیں مار دینے کے مترادف ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں جب مسافر کی جان پر آئی ہو اور اہلِ علاقہ اس کی مدد کرنے پر تیار نہ ہو تو اپنا حق مانگا جا سکتا ہے اسی وجہ سے حق وصول کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جبکہ عبد الرحمٰن کیلانی تیسر القرآن میں منفرد اور دل کو لگنے والی توجیہ/تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لیکن آج کل اور بالخصوص پاکستان میں ایسی صورت نہیں ہے۔ پانی عام ہے۔ بستیاں قریب قریب ہیں۔ کھانے پینے کی دکانیں اور ہوٹل بکثرت سے ہیں۔ لہٰذا اس طریقہ سے کسی کا جائز طریقے سے مہمانی وصول کرنے کا حق نہیں اور اب یہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ مسافر کے پاس زادِ راہ ختم ہو جائے۔"[20]

نبی ﷺ کی سنت اور مہمان

آنحضرت ﷺ مہمان کی خوب خاطر تواضع فرمایا کرتے تھے؛ خود مہمان نوازی نہ فرما سکتے تو صحابہؓ کے ذمہ لگا دیتے۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ حضرت

طلحہؓ نے حامی بھری کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ! میں مہمان نوازی کرونگا۔ جب مہمان کو گھر لے کر گئے تو صرف ایک فرد کا کھانا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے اپنی زوجہ محترمہ کو کہا کہ جب ہم کھانا کھانے لگیں آپ چراغ گُل کر دیں۔ اس طرح صحابی رسولؐ مہمان کے ساتھ خالی منہ ہلاتے رہے اور مہمان سمجھتا رہا کہ آپ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ صبح جب نبی ﷺ کو ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا: طلحہؓ کیا خوب مہمان نوازی کی کہ اللہ کریم قرآن نازل فرمادیا: وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (9:59) ترجمہ: "اور ان (نبی ﷺ کے صحابہؓ) میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے اوپر اللہ کی کے لئے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور جو اپنے نفس کی خواہشات سے بچ گیا پس وہ ہی لوگ کامیاب ہیں۔" اب دیکھیں مہمان کی خاطر تواضع پر اللہ پاک نے کس طرح تعریف فرمائی اور اس وقت جیسے حضرت طلحہؓ خوش ہوئے ہونگے آج بھی مہمان کے حقوق ادا کرنے سے بندہ مسلم کو خوشی ہو گی۔ سبحان اللہ ! ایسا انعام کہ اللہ مالک الملک نے خود بھی مدح سرائی فرمائی اور اپنے حبیب سے بھی کروائی تاکہ ہر مہمان نواز ہمیشہ مہمان نوازی کرتے ہوئے راحت اور تسکین محسوس کرے نہ کہ بوجھ اور تھکان۔

بیوہ/یتیم/مسکین کے ساتھ ہمدردی

بیوہ، یتامیٰ اور مساکین معاشرے کے ایسے افراد ہیں جو بہت زیادہ توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں اور ان حضرات کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا اللہ تعالی کے ہاں اجر و ثواب کے ساتھ دنیا میں عزت و شرف کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ دین، دنیا اور آخرت کے لحاظ سے سرخرو ہونا اس کا مقدر بنتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے قرب وجوار میں مذکورہ افراد کے ساتھ ہمدردی، اعانت اور بھلائی کرتے ہوئے جو اطمینان، سکون کی کیفیت اسے ملتی ہے اس کا اندازہ اس کے لئے شاید بہت ہی مشکل ہے۔ جب اسے ان افراد کی طرف سے دلی دعائیں رب کبریا کے حضور ہاتھ اٹھائے ملتی ہیں کہ اے اللہ تعالی جس نے ہمیں سکون فرحت وشادمانی مہیا کرنے کا انتظام فرمایا تو ان کو اور انکے گھر والوں کو فرحت وانبساط اور سکون نصیب فرما اور اللہ تعالی اپنے بے کس بے سہارا بندوں کی التجاؤں کو ضرور سنتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ کریم فرماتے ہیں: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ۔ (220:2) ترجمہ: "اور وہ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیں کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔"

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ"[21] یعنی: "حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بیوہ اور مسکین پر نگران اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے یا رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی

طرح ہے۔" اس طرح کا اجر وثواب اور دل کو تسلی وسکون و اطمینان دینے والا انعام اور فضیلت کسی اور کام پر کم ہی ملے گا جو آنحضرت ﷺ نے بیوہ، یتیم اور مسکین کی خدمت انکے اخراجات کو برداشت کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنے پر دیا ہے۔ انسان کے لئے اس سے بڑھ کر پر سکون اور اطمینان والی بات کیا ہوگی کہ یتامیٰ و مسکین کے حقوق کی ادائیگی کی صورت میں اللہ کے راستے چلنے والے مجاہد کی طرح ہیں یا رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ کریم فرماتے ہیں: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (2:220) ترجمہ: "اور وہ آپؐ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپؐ فرما دیں کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو۔ وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ مصلح اور مفسد کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ یقینا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔" اس آیت کریمہ میں یتیم کو بھائی سے تعبیر کرتے ہوئے اصلاح کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ جس طرح سگا بھائی دوسرے بھائی کی حفاظت، احتیاط، نگرانی اور تربیت کرنے میں خیر خواہی اپناتا ہے اسی طرح یتیم کے ساتھ بہتر رویہ رکھتے ہوئے اس کی نگرانی اور اصلاح فرماتا رہے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ کو فرمایا: "يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ"[22] یعنی: "اے ابو ذرؓ! میں تجھے کمزور پاتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کے امیر نہ بننا اور نہ ہی یتیم کے مال کا والی بننا۔"

اسی طرح حضرت ابو ھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ"[23] یعنی: "مسلمانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، مسلمانوں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بد سلوکی کے ساتھ پیش آیا جاتا ہو۔" اول الذکر حدیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ ہمیں ایک طرف خبر دار فرما رہے ہیں کہ یتیموں کی کفالت ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس میں نہ پڑنا جبکہ دوسری طرف یتیموں کی کفالت میں حسن سلوک روا رکھنے والے گھرانے کو بہترین گھرانہ بھی قرار دیتے ہوئے سکون اور اطمینان کی کیفیت میں اعتدال بھی دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حسن سلوک اور کفالت یتیم لازمی جز و لا ینفک ہے۔ رہا یہ کہ مفلسی ہے اور یتیم مالدار ہے اور مالدار یتیم کی کفالت / پرورش کرتے ہوئے اور اس کے مال کو سنبھالتے ہوئے وہ کیا انداز اپنا سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَجِدُ شَيْئًا وَلَيْسَ لِي مَالٌ وَلِي يَتِيمٌ لَهُ مَالٌ قَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ مَالًا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا تَقِي مَالَكَ بِمَالِهِ"[24] یعنی: "نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں البتہ میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے یتیم کے مال سے فضول خرچی اور اپنے مال کے ساتھ نہ ملاتے ہوئے اس کے مال سے کھا لیا کر، راوی کہتے ہیں میرا خیال کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا اپنا مال اس کے مال کے ذریعے نہ بچانا۔" قرآن حکیم میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا۔ (2:4) ترجمہ: "اور ان کا (یتیم) کا مال اپنے مالکے ساتھ ملا کر مت کھاؤ بلا شبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔" یتیم کا مال کھانے کو گناہ کبیرہ بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے والا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کے ساتھ ملانے والا ہے۔ اس سے پچھلے الفاظ میں اس انداز کو خبیث کے ساتھ تشبیہ دی تا کہ مزید نفرت دلائی جاسکے۔ اسکی تفسیر میں ایک مفسر بیان کرتے ہیں: "خبیث ناپاک اور گندی چیز کو کہتے ہیں لفظ خبیث استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاک ذہن اور باضمیر شخص یتیم کا مال کھانے کا تصور بھی نہ کرسکے۔"[25]

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی نے یتیموں کی کفالت پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "اللہ تعالی جل شانہ فرماتا ہے رسول ﷺ کو؛ جس طرح ہم نے تمہاری یتیمی کے دوران ہر مرحلہ پر تمہارا خیال رکھا اسی طرح تم بھی یتیموں سے بہترین سلوک کرو نہ انہیں دباؤ نہ ان پر سختی کرو، نہ انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دو، بلکہ ان کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا کرو۔"[26] آپ ﷺ نے دوسرے مسلمانوں کو بھی یتیموں کی کفالت اور ان سے حسن سلوک کی ترغیب اور ذوق مہیا کرنے کے لئے ایک بہت قابل اطمینان اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے لئے ذہنی سکون مہیا کرنے والی بات بیان فرمائی: "كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى"[27] یعنی: "میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور دستی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور انہیں تھوڑا سا کھول دیا۔"

مفسر کی پیش کردہ رسول کریم ﷺ کی اس روایت سے ہر قاری کو دلی اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے لئے کہ یتیم کی کفالت اور جنت میں رسول کریم ﷺ کا ساتھ خوشی اور سعادت والی بات ہو جاتی ہے۔ اس رو سے جو لوگ یتامیٰ کی کفالت میں بے اعتنائی برتتے ہیں ان کے یہ بات قابل رشک بھی اور ترغیب حاصل کرتے ہوئے ذوق اور شوق سے یتامیٰ کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے کا جذبہ بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت عظیم یہ بھی ہے کہ آپ بے سہارا، مساکین کا ساتھ دینے والے

عظیم انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی مبارک نازل ہوئی تو ام المومنین سیدہ خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کو پریشانی سے نکالنے کے لئے اور ذہنی طور پر سکون اور حوصلہ دلانے کے لئے جو صفات آپ کی اس وقت شمار کروائی وہ مثالی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے بھی باعث تسکین ہیں۔ اگر ہم ان صفات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ام المومنینؓ نے فرمایا : "كَلَّا وَاللهِ لَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَىٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ"[28] ترجمہ: "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے کیونکہ آپ بے سہارا (مساکین) لوگوں کا بوجھ بر داشت کرنے والے ہیں، مہمانوں کی میزبانی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہیں۔ جو لوگ کما نہیں سکتے ان کے لئے کمانے والے یعنی (یتامیٰ، مساکین اور بیوگان کی کفالت کرنے والے) اور حق کا ساتھ دینے والے ہیں۔"

یعنی یہ صفات جب ہوں پھر پریشانی نہیں بلکہ سکون ملتا ہے۔ یتیم اگر صرف والد کی وجہ سے ہے اور اس کی ماں زندہ ہو تو اسلام اس سلسلے میں تلقین کرتا ہے کہ بیوہ عورت اگر رضا مند ہو اور نکاح ثانی کرنا چاہے تو اس کا نکاح کرا دینا چاہئے تاکہ معاشرے میں وہ قابل تسکین حالت میں زندہ رہنے کے قابل ہو سکے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ۔ (32:24) ترجمہ: "اور تم میں سے جو بیواہ عورتیں ہیں ان سے نکاح کر لو۔" لیکن اگر بیوہ عورت اپنی عصمت و عفت کو بر قرار رکھنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش میں لگی رہے اور نکاح کے بندھن سے آزاد رہے تو اس کی بھی بڑی فضیلت اور ثواب ہے۔رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ، وَجَمَالٍ، حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَىٰ يَتَامَاهَا"[29] ترجمہ: "میں اور وہ شریف اور حسن و جمال و عزت والی بیوہ/عورت جو شوہر کے انتقال کے بعد اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے نفس کو نکاح سے روکے رہے اور محنت و مشقت کرنے کی وجہ سے اس کی رنگ کالی ہو گئی ہو قیامت کے دن میں وہ اور میں مقام و مرتبہ میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔"

غرضیکہ بیوہ عورت کو قرآن اور اسلام نے بہترین مقام عطا فرمایا ہے اور بوجہ اللہ اس کی خدمت کرنے والا بڑا ہی سعادت مند ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تھی تو اس بے چاری کی زندگی جیتے جی جہنم بن جاتی تھی۔ بیوہ ہونے کے بعد نہ اسے سسرال میں رہنے دیا جاتا اور نہ اسے میکے میں جگہ ملتی تھی۔ ہر جگہ سے اسے دھکے دے کر نکال دیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اسے ڈائن، بھاگن اور قابل نفرت سمجھ کر اس کے سائے تک سے بچنا چاہتے تھے۔ اسلام نے نہ صرف بیوہ کو زندہ رہنے کا حق اور قابل عزت مقام دیا بلکہ ان

کی عزت و تکریم اور دیکھ بھال کرنے والے کو دلی سکون اور اطمینان کی دولت عطا فرمائی کہ اللہ تعالی ان سے راضی ہونے والا ہے۔ رہی یہ بات جو قرآن نے فرمایا ہے: "وانکحوا الایامیٰ منکم" تو اس سے متعلق مولنا مودودیؒ لکھتے ہیں: "تو اس سے مراد ہر مرد اور عورت مراد ہیں جو کنوارہ ہو یا کسی وجہ سے رنڈوہ ہو جہان تک رنڈوے (بیوہ) کے نکاح کا تعلق ہے اس کے لئے یہ حکم نہیں کہ وہ دوسرا نکاح کرے اگر وہ اپنی اولاد یا کسی دوسری وجہ سے نکاح نہیں کرنا چاہتا (چاہتی) تو اس میں کوئی حرج نہیں بشر طیکہ اپنی طبیعت پر ضبط کرنے والا ہو۔"[30]

نکاح کرنے کے بارے میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: "النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"[31] ترجمہ: "نکاح کرنا میری سنت ہے جو میری سنت سے انحراف کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔" مگر یتیم کی کفالت کرنے والے بیوگان کے لئے اس سنت سے رخصت ہے اگر وہ اپنے اوپر ضبط کرتے ہوئے شادی کے بندھن سے آزاد رہنا چاہیں۔ قرآن نے انسان کے اطمینان اور سکون کے لئے رہنما اصول فراہم کئے ہیں اور ان رہنما اصولوں کو اپنانے کے لئے انسان کو فطری زندگی کا رنگ اپنانا ضروری ہے۔ ان فطری رنگوں میں ایک رنگ یہ ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش میں رہنے والے افراد (یتامیٰ، مساکین اور بیوگان) کے ساتھ ہمدردانہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے توجہ دیں اگر ایسا ہو گا تو یقیناً اطمینان والی زندگی خود کو بھی نصیب ہو گی۔

حاصل مطالعہ

اللہ کریم کے فرامین اور اسوہ رسول ﷺ کے مطالعہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لاتے ہوئے فرائض کی بجاآوری کے بعد عامۃ الناس کے لئے فلاح و بہبود کے کام کرنا عظیم ترین خدمات ہیں اور حسن ایمان کا اوج کمال ہے۔ محض اللہ کریم کی رضا کے لئے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے وقف کر دینا گویا کہ خالق کائنات کی اکمل صفت کو اپنانے کی کاوش ہے۔ درد دل ہے جو اسے دوسروں کے دکھ درد کم کرنے کے لئے اکساتا ہے۔ چاہے کوئی اپنا ہے یا بیگانا، رشتہ دار ہے یا غیر رشتہ دار، ہمسایہ ہے یا پردیسی اور مسلم ہے یا غیر مسلم۔ مخلوق خدا کی خدمت کا بندھن جوڑتے ہوئے اللہ کی رضا کے حصول میں مگن سفر جاری رکھتا ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کی خوشیوں کا سبب بننے والے، دوسروں کی مشکلات میں کمی لانے کا سبب بننے والے، ضروریات زندگی کے ہر معاملے میں مخلصانہ خدمات کی فراہمی کرنے والے نہ صرف دنیا میں حقیقی خوشیاں سمیٹتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کریم کی خصوصی رحمت کے سزاوار ہوں گے۔ اس مقالے کا حاصل بھی یہی ہے کہ جتنی زیادہ اور حقیقی خوشیاں، راحتیں اور دلی سکون خدمت خلق سے ملتا ہے وہ کسی اور عبادت سے کم ہی ملتا ہوگا۔ اور ہمارے ہر باشعور شخص کے تجربے میں بھی یہ بات بار بار آچکی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اس عبادت کا تعلق کئی لوگوں کی

خوشیوں سے جڑا ہوا ہے۔ انسان ہزاروں کی کی کسی کی خلوص بھری دعائیں نہیں خرید سکتا مگر ایک بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دینے سے، کسی مصیبت زدہ کی معمولی سی مدد کرنے سے، کسی کو ذلت ورسوائی سے بچا لینے سے اور ان کی خوشیوں کا سبب بننے سے آپ مفت میں خلوص بھری دعائیں لیتے ہوئے اپنے لئے بھی خوشیاں، اطمینان اور قلبی راحت کا سامان اکٹھا کر سکتے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔البیہقی، الخراسانی، أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی بن موسی، (المتوفی: 458ھ)، *شعب الایمان*، المحقق: الدکتور عبد العلی عبد الحمید حامد، (الریاض: مکتبة الرشد' 1423ھ)، باب التعاون علی البر والتقوی، *حدیث* 7252۔

2۔ *محمد طفیلؒ، نقوش رسول نمبر، جلد 03،" رسول اللہ اور معاشرت "رشید احمد ارشد (لاہور، ادارہ فروغ اردو، لائبریری ایڈیشن)*، شمارہ130 (1983ء): 426۔

3۔القشیری، النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن (المتوفی: 261ھ)، *الجامع الصحیح المسلم*، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1424ھ)، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْرِیمِ الظُّلْمِ *حدیث* 2580۔

4۔ *ایضا*، کتاب الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ، *حدیث* 2699

5-الحنظلی، الترکی ثم المرْوزی، أبو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارك بن واضح (المتوفی: 181ھ)، *الزھد والرقائق*، المحقق: حبیب الرحمن الأعظمی، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1425ھ)، بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّحِّ، *حدیث* 684۔

6۔القزوینی، أبو عبد اللہ محمد بن یزید (المتوفی: 273ھ)، *سنن ابن ماجه*، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، (بیروت: دار إحیاء الکتب العربیة، 2009)، کتابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ، *حدیث* 1334

7۔ *النیشابوری، کتاب الایمان*، باب بیان ان الدین النصیحه، *حدیث* 55۔

8۔السِّجِسْتانی، الأزدی، أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو (المتوفی: 275ھ)، *سنن ابی داود*، (بیروت: المکتبة العصریة، صیدا، 2011)، المحقق: محمد محیی الدین عبد الحمید، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ وَالْحِيَاطَةِ، *حدیث* 4918

9۔الشامی، اللخمی، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر، أبو القاسم الطبرانی (المتوفی: 360ھ)، *معجم الکبیر*، (القاهرة: مکتبة ابن تیمیة، 2010) المحقق: حمدی بن عبد المجید السلفی، حدیث 627

10۔ محمد طفیل *نقوش رسول نمبر*، حضور ﷺ نے انسانی معاشرت کو کیا دیا' ڈاکٹر فواد فخر الدین (انڈونیشیا) ترجمہ خلیل حامدی' جلد 3، شمارہ 130، (س ن): 453۔

11۔البخاری، الجعفی، محمد بن إسماعیل أبو عبد الله (المتوفی: 256ھ) *صحیح بخاری الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه*، المحقق: محمد زهیر بن ناصر الناصر، (بیروت: دار طوق النجاة، ط أولی: 1422ھ)، کتاب العلم، بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالعِلْمِ كَيْ لاَ يَنْفِرُوا، حدیث 69

12۔ محمد جمیل، میاں، *فہم القرآن*، ج 1 (لاہور: ابو ہریرہ اکیڈمی، 2003)، 693/البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ، حدیث 6137۔

13۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، *تفسیر مظہری*، ج 3 (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن)، 76۔

14۔البخاری، *کتاب الادب*، بَابٌ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ، حدیث 6019

15۔البخاری، *کتاب الادب*، بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ، وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ، حدیث 6135

16۔القشیری، *کتاب اللقطہ*، بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُؤَاسَاةِ بِفُضُولِ الْمَالِ، حدیث 1728

17۔ السجستانی، *کتاب الجہاد*، بَابٌ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوَدَاعِ، حدیث 2600

18۔البخاری، *کتاب المساقات*، باب اثم من منع ابن السبیل من الماء، حدیث 2358

19۔کیلانی، عبد الرحمٰن، *تیسیر القرآن*، جلد 1 (لاہور، مکتبہ السلام، 2011) 382۔

20۔ایضاً: 82

21۔البخاری، *کتاب النفقات*، باب فضل النفعه علی الاهل، حدیث 5353

22۔القشیری، *کتاب الامارۃ*، باب کراهته الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث 1826

23۔القزوینی، *کتاب الادب*، باب حق الیتیم، حدیث 3679

24۔ایضا، کتاب الوصایا، بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ، حدیث 2718

25۔میاں، *فہم القرآن*، جلد 1، 644.

26۔کیلانی، *تیسیر القرآن*: 658/البخاری کتاب الادب، فضل من یعول یتیما

27۔القشیری، *كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ*، بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ، حدیث 2983

28۔البخاری، باب کیف کان بدء الوحی علی رسول الله، حدیث 3

29۔السجستانی،کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیما، حدیث5149

30۔ابوالاعلی، مودودی، تفہیم القرآن، ج4 (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن،،1978تا1998)،562۔

31۔القزوینی،کتاب النکاح، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ، حدیث1846

Bibliography

1) Abu abd al-Rahman Abdullah b. al-Mubarak b. Wadheh, al-Hanzali, Al-Tarki Summa al-Mazwazi, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1425/
2) Abu Abdillah Muhammad b. Yazid, al-Qizwini, Sunan Ibn Maja, Beirut: Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah, 2009
3) Abu Bakr Ahmad b. AlHusyn b. Ali b. Musa, al-Bayhaqi al-Khurasani, Shaa'b al-Imān, Riyadh: Matabah al-Rashīd, 1423/
4) Anonymous, Tafhīm al-Quran, n.pub, nd.
5) Kaylani, Abd al-Rahman, Taysīr al-Quran, Lahore: Maktaba al-Salām, 2011
6) Muhammad b. Ismael Abu Abdillah, al-Bukari, Sahi al-Bukhari al-Jame' al-Musnad al-Sahi al-Mukhtasar min Umūr Rasoolillah wa Sunnatihi wa Aylihi, Beirut: Dar Taoq al-Najah, 1422/
7) Muhammad Jameel, Miyan, Faham al-Quran, Lahore: Abu Hurayrah Academy, 2003.
8) Muhammad Tufail, Nuqūsh-e Rasool Number, Rasoolalah aur Mua;shirat, Rasheed Ahmad Arshad, vol. 3 (nd), Lahore: Idara Forugh-e Urdu, n.page.
9) Muslim b. al-Hajjaj Abu al-Hasan, al-Nishabori, al-Jame' al-Sahi al-Muslim, Beirut: Dar Ihya al-Turāth al-Arabi, 1424/
10) Solaiman b. Ahmad b. Ayyub b. MAzhar, al-Shami al-Lakhmi, Abu al-Qasim al-Tabrāni, Moa'jam al-Kabīr, Cairo: Maktabah Ibn Taymiyah, 2010.
11) Thanau'llah, Qadi, PAnipati, Tafsīr Mazhari, Karachi: HM Sae'ed, nd.